سوال

(27)تارک نماز کافر ہے یا نہیں

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین دربارہ اقوال مندرجہ ذیل ۔

قول بکر

جو شخص مسلمان کہلانے والا بے نماز ہواس کی جنازہ ہر گز نہ پڑھنی چاہیے ۔ ترغیب ترہیب میں ہے ۔ «لاصلوٰۃ لمن لاطہور لہ ولادین لمن لاصلوۃ لہ انَّما موضع الصلوٰۃ من الدین کموضع ىَّراس من الجسد» '' جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں ۔ اور جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں ۔ نماز دین میں ایسی ہے جیسے جثّہ میں سر ہے ۔ '' نیز فرمایا « من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر» (مشکوۃ)

یعنی جس نے دانستہ نماز چھوڑی پس وہ کافر ہوگیا ۔ بنا بریں کافر کی نماز جنازہ کیا ؟ جب کہ یہ تو کافر سے بھی گز کر منافق ہے جو بظاہر کہتا رہتا ہے مگر پڑھتا نہیں ۔ قرآن مجید میں ان جیسے منافقوں کے حق میں ہے ۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنۡہُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمۡ عَلَىٰ قَبۡرِہِ یعنی ان کا نماز جنازہ مت پڑھو اور دعا کے لئے ان کی قبر پر مت کھڑے ہو۔ پس ازروئے قرآن وحدیث بے نماز ہر گز مسلمان نہیں کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی چھوڑ دیتا ہو۔ اس کا حکم بھی یہی ہے تاوقتیکہ تائب ہو کر پھر ہمیشہ پنجگانہ نماز کا پابند نہ ہو جائے جان بوجھ کر بلاعذر خواہ ایک ہی کوئی نماز چھوڑ دے اس کا بھی جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے ۔

قول زید

جو شخص کلمہ گو مسلمان ہے اور نماز کا پابند نہیں وہ فاسق فاجر گنہگار تو ضرور ہے لیکن اس پر کفر کا فتوی عائد نہیں ہوسکتا۔تاوقتیکہ نماز کے متعلق صریح انکاری نہ ہو اگر تارک الصلوٰۃ منکر الصلوٰۃ کی طرح کافر خارج از ایمان ہے تو مندرجہ ذیل احادیث کا کیا مطلب ہے ۔

«لایزنی الزَّانی حین یزنی وہو مؤمنٌ ولایسرق السارق حین یسرق وہو مؤمنٌ لایشرب الخمر حین یشربہا وہو مؤمن لا دین لا عہد لہ ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ»

«لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والنَّاس اجمعین» (مشکوۃ)

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ سب سے بڑھ کر حضور سے محبت نہ رکھنے والا زانی ۔ چور ۔ شرابی ۔ بد عہد بد دیانت وغیرہ یہ سب بے ایمان نہیں وہ کافر ہے کیا ان کا جنازہ پڑھنا چاہیے یا نہ ۔ اگر نہیں تو بہت اچھا۔ ایسا ہی کیجئے پھر دیکھیئے کتنوں کا پڑھا جائے گا ۔ اگر ان کا جنازہ پڑھنا صحیح ہے تو پھر تارک الصلوۃ کو بھی ایسے گروہ میں شامل کر کے اس کا جنازہ پڑھا جائے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل ہو کہ «الصلوٰۃ واجب علیٰ کل مسلم براکان اوفاجراوان عمل الکبائر»

یعنی نماز جنازہ مسلمان نیک وبد پر پڑھنا واجب ہے ۔ اگرچہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہو۔ کس قدر افسوس ہے کہ مرتکب کبائر پر تو حضور علیہ السلام جنازہ واجب فرمائیں اور ہم ان کو کافر

ٹھہرائیں۔ آخر اس حدیث کی تعمیل بجز اس کے اور کیسے ہوگی؟ یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ «من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ» (مشکوٰۃ) یعنی نئے مسلمان جس نے بصدقِ دل کلمہ شریف پڑھ لیا ہے خواہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر ہی سہی آخر جنَّت میں داخل ہوگا۔ اس کا نہ جنازہ پڑھا جائے اگر جنازہ نہ پڑھا جائے تو اس کا نکاح بھی نہ پڑھا جائے۔ خیر اس کا منکرین اسلام کی طرح کا کافر سمجھ لینا انصاف سے بعید ہے۔ حضور نے جو فقد کفر ارشاد فرمایا ہے وہ زجرو توبیخ پر محمول ہے۔ جیسے کسی کو کہا جائے کہ تو بندر ہے گدھا ہے حالانکہ وہ دراصل ایسا نہیں ہوتا۔ ایسا ہی بزرگانِ دین نے کفر کا لفظ بے نمازی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ بھی ان معنوں میں ہے نہ کہ عام کفار جیسا۔ اور بے نماز کو منافق بھی کہہ دینا سینہ زوری ہے۔ تا وقتیکہ کوئی صریح علامت منافقت کی نہ پائی جائے۔ بے نماز اپنی غفلت کا مقر ہوتے ہوئے آخر پریشان ہوتا ہے۔ اور جب کبھی ایمانی امتحان کا موقعہ یا کفر اسلام کا تصادم وقوع میں آتا ہے تو خدا و رسول کے لئے اپنے مذہب کے لئے مالی امداد اور جان پر کھیل جانے کو معمولی سمجھتا ہے۔ مگر منافق کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔ اور آیت شریفہ ولا تصل الایۃ جو ہے وہ ابن ابی منافق کے حق میں ہے اس کو مسلمانوں کے حق میں تصوّر کرنا فضول بات ہے بلکہ بلحاظ عمومیت کے مسلمانوں کے لئے تو ارشاد ہے وَصَلِّ عَلَيهِم اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَن لَّهُم کہ ان پر نماز جنازہ دعا خیر پڑھی جائے۔ مطلب یہ کہ بے نماز اگرچہ سخت گنہگار ہے تاہم آخر مسلمان ہے بہر حال جنازہ پڑھنا ہی چاہئے۔ کیونکہ «الصلوۃ واجبۃ علی کل مسلم براکان او فاجرا وان عمل الکبائر» حدیث کا یہی تقاضہ ہے۔ زید بکر کا قول آپ کے سامنے ہے۔ پس اب جناب فیصلہ فرمائیں کہ زید اور بکر دونوں میں سے حق بجانب کون ہے۔ احادیث میں جنازہ پڑھنے کی تصریح ہے یا نہ پڑھنے کی۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ کوئی نماز پڑھ لیتے ہیں اور کوئی چھوڑ دیتے ہیں۔ بعضوں نے سال بھر بلکہ عمر بھر میں ہی دو چار نمازیں پڑھ چھوڑی ہیں۔ بے نماز کی تعریف بھی بیان فرمائیں۔؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس میں شبہ نہیں کہ «الاحادیث یفسر بعضها بعضا» یعنی احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی حدیث کو لے لیا جائے کسی کو چھوڑ دیا جائے اس طرح اس بات میں شبہ نہیں کہ الفاظ کا اصل معنی چھوڑ کر دوسرا معنی کرنا جائز نہیں بلکہ ہر لفظ کو اپنے معنی پر رکھا جائے گا جب تک اس کے چھوڑنے پر قوی دلیل نہ ہو۔ اگر اصل معنی چھوڑنے پر قوی دلیل ہو تو اصل معنی چھوڑ کر کوئی اور مناسب معنی لیا جائے گا۔ ان دونوں اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بکر کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بکر نے جو اپنے دعوے کی دلیل پش کی ہے۔ اصل معنی سے پھیرنے والی کوئی آیت وحدیث وغیرہ نہیں۔ اور زید نے جو دلائل پش کئے ہیں ان میں سے بعض کا تو اصل معنی وہ نہیں جو زید نے سمجھا ہے۔ اور بعض کے اصل معنی چھوڑنے پر قوی دلیل موجود ہے۔ مثلاً حدیث «لا دین لمن لا عهد له الحدیث» کا اصل معنی یہ ہے کہ جس کے لئے کسی قسم کا عہد نہ ہو۔ اس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد میثاق بھی داخل ہے۔ جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر لیا گیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جس نے یہ عہد توڑ دیا وہ واقعی کافر ہے۔ اس طرح جو کسی قسم کی امانت کی پرواہ کرے جس میں کتاب اللہ بھی داخل ہے اس کے کافر ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ زید نے اس کا اصل معنی چھوڑ کر یہ معنی سمجھا ہے کہ جو ایک آدھ عہد توڑ دے یا ایک آدھ امانت میں خیانت کرے اس کا دین اور کوئی ایمان نہیں حالانکہ لفظ کا یہ اصل معنی نہیں۔ اگر بالفرض یہ معنی ہو تو اس کے چھوڑنے پر قوی دلیل موجود ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔

«العهد الذی بیننا وبینهم الصّلوة فمن ترکها فقد کفر»

''یعنی ہمارے اور لوگوں کے درمیان عہد نماز ہے جو نماز کو چھوڑ دے وہ کافر ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے۔

«کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرون شیئنا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ»

''صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوا نماز کے۔''

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مطلق عہد کے توڑنے سے انسان کافر نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ دین کامل نہیں رہتا۔ اسی حدیث «لایسرق السارق الحدیث» کے اصل معنی چھوڑنے پر قوی دلیل موجود ہے۔

مشکوۃ کتاب الایمان میں ہے۔

«عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض وھو نائم ثم اتیت وقد استیقظ فقال مامن عبد قال لاالہ الا اللہ ثم مات علی ذالک دخل الجنۃ قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق الحدیث»

یعنی جو ''لاالہ الا اللہ'' پڑھے۔ اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوجائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ خواہ زنا اور چوری کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا۔ چوری کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے مشکوۃ الکبائر میں حدیث «لایسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن» کے بعد لکھا ہے «قال ابو عبداللہ لایکون ہذا مومناتاما ولایکون لہ نورالایمان» یعنی امام بخاری فرماتے ہیں کہ چوری وغیرہ سے پورا مومن نہیں رہتا اور «مامن عبد قال لاالہ الا اللہ ثم مات علی ذالک دخل الجنۃ» کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ''لاالہ الا اللہ'' ہی کافی ہے بلکہ محمد رسول اللہ بھی ضروری ہے۔ اس طرح نماز بھی ضروری ہے چنانچہ محمد رسول اللہ کی بابت دوسری احادیث آئی ہیں۔ اس طرح نماز کی بابت حدیث «العھد الذی بیننا» اور «کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم» جو اوپر گزر چکی ہیں آئی ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور احادیث بھی آئی ہیں۔

اور حدیث «الصلوۃ واجبۃ علی کل مسلم» میں بے نماز داخل نہیں کیونکہ اس میں لفظ مسلم موجود ہے۔ جس کے نزدیک بے نماز مسلمان ہے اس کے سامنے یہ حدیث پیش ہوسکتی ہے۔ اور جس کے نزدیک کافر ہے اس کے سامنے یہ حدیث پیش نہیں ہوسکتی۔ اور اگر لفظ کی پراہ نہ کی جائے صرف «وان عمل الکبائر» کو دیکھا جائے تو لازم آئے گا کہ مشرک کا جنازہ بھی درست ہو۔ کیونکہ شرک بھی کبائر سے ہے چنانچہ مشکوۃ کتاب الکبائر میں شرک کو کبائر میں شمار کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ «وان عمل الکبائر» عام نہیں نیز اس حدیث میں «الصلوۃ واجبۃ علی کل مسلم» سے پہلے عبارت ہے۔ «الجہاد واجب علیکم مع کل امیر براکان اوفاجرا وان عمل الکبائر والصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براکان اوفاجرا وان عمل الکبائر» ''یعنی جہاد تم پر ہر امیر کے ساتھ واجب ہے نیک ہو یا بد، خواہ کبیرہ کرے اور نماز تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے۔ نیک ہو یا بد خواہ کبیرہ گناہ کرے۔''

اس عبارت میں کہا ہے کہ ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے خواہ گناہ کبیرہ کرے۔ حالانکہ جو امیر بے نماز ہو۔ اس کی امامت کو شریعت نے توڑ دیا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ کتاب الامارت میں حدیث ہے۔

«لاما اقاموا فیکم الصلوۃ لاما اقاموا فیکم الصلوۃ»

''ان کی امارت نہ توڑو جب تک تم میں نماز قائم رکھیں۔''

پس معلوم ہوا کہ ترک نماز «صلواوان عمل الکبائر» میں داخل نہیں۔ نیز اس میں کہا ہے کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز واجب ہے۔ نیک ہو یا بد خواہ کبیرہ گناہ کرے۔ اس میں اس کے نماز پڑھنے کا ہے تو معلوم ہوا کہ «وان عمل الکبائر» سے مراد ترک نماز کے علاوہ ہے۔۔۔۔ اور بعض لوگ یہ حدیث پیش کرتے ہیں «صلوا علی من قال لاالہ الا اللہ» یعنی جو «لاالہ الا اللہ» کہے اس کا جنازہ پڑھو حالانکہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو بلوغ المرام۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ صرف «لاالہ الا اللہ» کافی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ بھی ضروری ہے۔ بس اس طرح نماز بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابھی تفصیل گزری ہے۔۔۔۔ رہی حدیث «لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث» سو اس کی بابت عرض ہے کہ محبت دو طرح کی ہے ایک طبعی اور ایک غیر طبعی چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے اس انسان اس کا مکلف نہیں ہوسکتا اور یہ حیوانات میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ

حیوانات اپنے بچوں سے محبت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی محبت میں اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہاں غیر طبعی چونکہ اختیاری ہے۔ انسان اس کا مکلف ہے اور معنی اختیاری محبت کے یہ ہیں کہ رسول کے حکم کو سب کے حکم پر مقدم جانے۔ جس کا عقیدہ یہ نہ ہو واقعی وہ کافر ہے۔ رہی عملی حالت سو جیسا جیسا عمل ہوگا ویسا حکم ہوگا مثلاً کوئی باوجود اس عقیدے کے شرک کرے تو وہ کافر ہوگا اگر نماز نہ پڑھے تو بھی کافر ہوگا اگر زنا یا چوری کا مرتکب ہو تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ ہاں اس کو فاسق فاجر کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر رسول سے محبت ہونے کے یہ معنی ہوں کہ رسول کی چھوٹی ہوئی سنت پر عمل کی کوشش کرتے کرتے اس کی طبیت پر ایسا اثر ہوگیا کہ گویا رسول کی محبت طبعی محبت کی طرح ہوگئی اور سب محبتوں پر غالب آگئی۔ تو یہ معنی بھی صحیح ہیں مگر یہ بات چونکہ مشق اور ریاضت کے بعد حاصل ہوتی ہے اس لئے نفسِ ایمان اس پر موقوف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لازم آتا ہے کہ جس کو اتنی مہلت نہ ملے وہ کافر مرے حالانکہ قرآن میں ہے :

وَلَیِ سَتِ لتَّو بَۃُلِلَّذِینَ یَعمَلُونَ لسَّیِّاَتِ حَتّٰی اِذَاحَضَرَاَحَدَہُمُ ل مَو تُ قَالَ اِنِّی تُبۃ ُت ل ٰنَ وَلَا لَّذِینَ یَمُوتُونَ وَہُم کُفَّارٌ -سورۃالنساء18

''ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی، اوران کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں''

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موت سے پہلے توبہ قبول ہے اور انسان مومن ہوسکتا ہے خواہ اس کو اتنی ریاضت اور مشق کی مہلت ملے یا نہ۔۔۔۔۔۔۔ اور حدیث شریف میں تو صاف آگیا ہے کہ غرغرہ (گھور رُو بجنے) تک توبہ قبول ہے۔ پس جب نفس ایمان اس مشق اور ریاضت کے بغیر حاصل ہوسکتا ہے۔ تو اس حدیث میں ایمان سے مراد کمال ایمان ہوگا۔ اور معنی اس حدیث کے یہ ہوں گے کہ جب تک سب سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔ انسان کامل ایمان کو نہیں پہنچتا۔ بہر صورت اس حدیث کو ترکِ نماز کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کا جو کچھ معنی کیا گیا ہے وہ اس کا اصل معنی ہے دوسری آیتوں، حدیثوں کو لحاظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ اور زید جو «من ترک الصلوۃ متعمدا» کی تاویل کی ہے وہ بالکل بے دلیل ہے۔ اور آیت کریمہ وَصَلِّ عَلَیہِم اِنَّ صَلَوٰتَکَ سَکَن لَّہُم نمازیوں کے حق میں ہے چنانچہ شروع آیت کا یہ ہے

خُذ مِن اَ ٰ ولِہِم صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُم وَتُزَکِّیہِم بِہَا وَصَلِّ عَلَیہِم اِنَّ صَلَوٰتَکَ سَکَن لَّہُم --سورۃالتوبۃ103

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اوران کےلیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کےلیے موجب اطمینان ہے''

یعنی ان کے مالوں سے صدقہ لے تاکہ ان کا ظاہر و باطن پاک کرے اور ان کےلئے دعا کر کیونکہ تیری دعا ان کےلئے اطمینان ہے۔ بتلایئے بے نماز بھی صدقہ سے پاک ہوسکتا ہے۔ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بے نماز صدقہ لے کر آتے تھے بلکہ یہ تو پکے نمازیوں کا ذکر ہے جو بچارے اتفاقاً جنگِ تبوک سے رہ گئے تھے۔ زید نے معاذاللہ ان کو بے نماز بنا دیا۔ کیونکہ جو ان کی بابت آیت تھی وہ بے نمازوں پر لگا دی اگرچہ شان نزول پر حکم بند نہیں ہوتا۔ مگر یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ کہیں کی آیت کہیں پڑھ دی جائے اور ضمیریں جس طرف لوٹتی ہیں اس کی سرے ہی سے رعایت ہی نہ رکھی جائے۔ ہاں بکر نے جو آیت پیش کی ہے وہ بے نمازوں پر لگ سکتی ہے کیونکہ بے نماز ایک طرح سے منافق ہے۔ منافق کے معنی درحقیقت کھوٹے کے ہیں۔ یعنی جس کا معاملہ اللہ و رسول سے کھرا نہ ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کیا کھوٹ ہوگا کہ نماز کی پرواہ نہیں۔ جس کی بابت آپ ﷺ فرماتے ہیں :

«العهد الذی بیننا و بینهم الصلوة فمن ترکها فقد کفر»

اور فرماتے ہیں :

«من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر»

اور فرماتے ہیں :

«بین العبد و بین الکفر ترک الصلوة»

اس قسم کی بہت احادیث ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تارک الصلوۃ کو کافر سمجھتے تھے۔ چنانچہ گزرچکا ہے اور زید کا یہ کہنا کہ نماز مقر ہوتا ہوا آخر پشیمان ہوتا ہے۔ یہ اقرار اور پشیمانی مصیبت اور وبال کے وقت ہوتی ہے یا ہر وقت اگر مصیبت اور وبال کے وقت ہوتی ہے تو ایسی پشیمانی اور اقرار تو کفار کو بھی ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے۔ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ یعنی مصیبت کے وقت خاص اللہ کو پکارتے ہیں۔ اور اگر ہر وقت اقرار اور پشیمانی مراد ہے تو یہی منافقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے نماز کو کافر کہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہ کافر سمجھیں۔ اور وہ بے پرواہ رہے اور اس کو یہ الفاظ سن کر ذرا سی بھی اس بات کی فکر نہ ہو کہ میں اچھا کلمہ گو ہوں کہ وعید سن کر بھی تارک نماز ہوں۔ خدا نے سچ فرمایا:

قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ --سورۃ البقرۃ93

یعنی یہود کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اچھا تمہارا ایمان ہے کہ اس ایمان کی حالت میں تم انبیاء اللہ کو قتل کرتے تھے سو یہی ایمان بے نمازوں کا ہے کہ خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سخت ارشادات کو ٹھکراتے ہوئے اپنی غفلت کے مقر اور پشیمان ہیں اور تصادم کفر اسلام اور ایمانی امتحان کے وقوع میں آنے کے وقت جان پر کھیل جانا یہ کفار میں بھی تھا اور ہے۔ جب ابرہہ بادشاہ یمن نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی تو راستہ میں بہت سی قومیں اس کا مقابلہ کرکے جان پر کھیل گئیں۔ یہاں تک کہ آخر وہ بیت اللہ تک پہنچ گیا اور ابابیلوں سے ہلاک ہو۔ چنانچہ سورہ الم ترکیف میں اس کا قصہ مذکور ہے اور اب بھی مرزائی، چکڑالوی، قبروں کے پجاری۔ خدا ورسول کو ایک سمجھنے والے پرلے درجہ کے مشرک یہ سب تصادم کے وقت جان پر کھیل جانے کو معمولی سمجھتے ہیں۔ کیا وہ اتنے سے مسلمان ہوگئے تو پس کسی پر کفر کا فتویٰ نہ چاہیے۔ بلکہ جب ہندو مسلم اتحاد کی لہر چلی تھی تو اس وقت بہت سی اسلام کی باتوں پر ہندو انگریزوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ پس یہ سب مسلمان ہوئے اور ان کے جنازے ضروری ہوئے یہ باتیں سب فضول ہیں۔ درحقیقت اسلام ایمان کا معیار وہی ہے جو اللہ و رسول نے مقرر کیا ہے۔ ان باتوں کو اللہ اور رسول نے معیار نہیں بنایا۔ پس زید کا ان باتوں کو ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے عوام کہتے ہیں فلاں بڑا ولی ہے اس سے فلاں کرشمہ صادر ہوا فلاں امر خرق عادت ظاہر ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرشموں اور خرق عادات کو ولایت کا معیار نہیں بنایا بلکہ فرمایا:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ --سورۃ یونس62-63

''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں''

یعنی اولیاء اللہ کو خوف نہ ہوگا اور نہ غم کریں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ولی ہونے کا معیار دو باتیں بتلائی ہیں۔ ایک ایمان دوسری پرہیزگاری۔ یعنی ہر چھوٹے بڑے امر میں شریعت کی پابندی اگر صرف کرشمہ اور خرق عادات معیارِ ولایت ہوتے تو دجال سے بڑھ کر کوئی ولی نہ ہوتا۔ ہاں ایمان اور پرہیزگاری کے بعد اگر کوئی کرشمہ اور خرق عادات ظاہر ہو تو کرامت ہے جو برحق ہے مگر معیار نہیں۔ اور نہ ہی وہ لازمی امر ہے بلکہ اتفاقیہ کسی سے کسی وقت ظاہر ہوجاتی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں اس کو اختیارات ہی مل گئے۔ حالانکہ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر سے مصیبت کو دور کرنے پر قادر نہیں۔ جیسے حسن رضی اللہ عنہ۔ حسین رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے بزرگانِ دین پر طرح طرح کی تکلیفیں آئیں۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اب لوگ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اور ان کے لئے اختیارات ثابت کرتے ہیں۔ اس قسم کا دھوکا زید کو لگا ہے کہ معیار کچھ تھا اور سمجھ کچھ لیا۔ اللہ تعالیٰ اصل بات سمجھنے اور راہ راست کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تنبیہ

بے نماز کے جنازہ نے بے نمازوں کو بہت دلیر کر رہے۔ اگر آج اصل فتویٰ جاری ہوجائے تو دیکھیے ویران مساجد آباد ہوتی ہیں یا نہیں؟ اور پھر لوگ مسجدوں میں آتے ہیں یا نہیں؟ کاش تنبیہ کے طور ہی اس مسئلہ کو برت لیا جائے جیسے قطاع الطریق اور باغی کی بابت امام ابوحنیفہؒ کا قول صاحب سبل السلام نے نقل کیا ہے کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے لیکن مُلّاؤں کے طمع نے دین کو خراب کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو قناعت دے اور دیندار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الصلوۃ، نماز کا بیان، ج2ص29

محدث فتویٰ